”قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ“

(ترتیب از: غلام یحییٰ انجم)

Translation and Commentaries of Holy Qur’an produced in India; Book by Ghulam Yahya Anjum: A review

*پروفیسر ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی

Abstract

Professor Ghulam Yahya Anjum academic contribution in the field of Islamic theology is well known. He has written almost 36 books on different fields of Islamic Studies and Islamic history. Dr. Ghulam Yahya Anjum graduated from Ali Garh Muslim University India and now serving as a Professor at Jamia Hamdard New Delhi, India. This article is a detailed review of his book about translation and Commentaries of Holy Qur’ān produced in India. India is a country where large number of Hindu and Muslim are living. Arabic is a foreign language in India thus not understandable to many native people. Therefore, large number of Holy Qur’ān translations and Commentaries written in this area in different languages to make people understand of Qur’ān. Prof. Ghulam Yahya Anjum did a valuable work by giving overview of these translation and Commentaries but at some point, his opinion about some authors and scholar cannot be justified and leaves an untrue impression about their scholarly work on reader. This article rectifies his opinion on some issues. Most part of this book is comprised over quotations from other scholars’ opinion and analysis. Prof. Ghulam Yahya Anjum own opinion are found very rare in this book. This book can be ranked intermediate level source on this topic.

Keywords: Qur’ān, translation & commentaries, India, Ghulam Yahya Anjum.

پروفیسر غلام یحییٰ انجم (1) کے کئی امتیازات ہیں۔ امتیاز اوّل یہ ہے کہ ادارہ سرسید کے فاضل ہیں۔ اسی فضیلت نے ان کی

* پروفیسر شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا۔

1 پروفیسر غلام یحییٰ انجم کی ذات گرامی علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔ مختلف مدارس ومراکز سے دینیات، اسلامیات اور عربی ادبیات میں اختصاص حاصل کیا۔ یوپی مدرسہ بورڈ سے عالم، کامل اور فاضل کے اسناد سے بھی سرفراز ہوئے۔ معروف درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ کے فیوض وبرکات سے بھی خود کو مزین کیا۔ متعدد مناہل علوم ومعارف سے سیراب ہوتے ہوئے ۱۹۸۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں

زندگی میں چار چاند لگایا۔ آپ کی شہرت کا ایک دوسرا سبب یہ ہے کہ مطالعۂ اسلامیات میں اپنا ایک مقام و مرتبہ بنایا۔ مطالعۂ تصوف میں زینہ بہ زینہ بلندی کی طرف چڑھتے گئے۔ تصوف کو پڑھتے اور تصوف پر لکھتے ہوئے حاضر دماغی انتہائی ضروری ہے۔ کیوں کہ تصوف لٹریچر میں بہت سے ایسے خیالات ہیں جن کا قرآنی تصور ''احسان'' سے تصادم ہے۔ قرآن کریم میں احسان کا درجہ اتقا سے بڑھ کر ہے۔

غلام یحییٰ انجم کا ایک خاص کردار یہ ہے کہ Selfmade ہیں، دستِ خود دہانِ خود کی علامت ہیں۔ آپ نے اپنی تعلیم کی تکمیل مسائل و مصائب میں رہتے ہوئے کی۔ پی ایچ ڈی کے بعد کئی سالوں تک معیشت کے جھونکوں کو سہتے رہے لیکن پائے ثبات میں وہی استقامت اور تقدیر رزق پر مکمل ایمان واذعان، کیوں کہ اللہ اپنی حکمت کے مطابق رزق کو تقسیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقسیم رزق کے تعلق سے یہ واضح کردیا:

﴿اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ (2)

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں کشادگی کرتا ہے اور گھٹاتا ہے۔

داخلہ لیا۔ یہاں سے ایم اے عربی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۸۲ء میں ادارہ سرسید سے بی ٹی ایچ میں پہلی پوزیشن کے حقدار قرار دیئے گئے۔ ۱۹۸۵ء میں ایم۔ فل اور ۱۹۸۶ء میں پی ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگریوں سے آپ کو نوازا گیا۔ ۱۹۹۳ء میں حکومت ہند کی جانب سے ''نوجواں محقق کیریئر ایوارڈ آپ کو عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد انعامات اور اعترافات سے آپ کی علمی جلالت میں اضافہ کیا گیا۔ ۲۰۱۸ء میں صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ دے کر آپ کی علمی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف کی تعداد ۳۶ ہے۔ مقالات اور مضامین سے علمی دنیا کو مالا مال کیا۔ ابتدا میں پروفیسر صاحب نے چند سال شعبہ دینیات اور شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے اصل تدریسی وابستگی کا آغاز ۱۹۹۰ء میں جامعہ ہمدرد دہلی سے ہوئی، جہاں سترہ سال تک متواتر آپ شعبۂ علوم اسلامیہ کے سربراہ رہے۔ دو بار ڈین کی حیثیت سے اپنی ادارتی صلاحیت کا مظاہرہ کیا۔ جامعہ ہمدرد ۲۰۲۳ء تک آپ کی تدریسی تحقیقی اور تصنیفی تجربات سے مستفیض ہوتا رہے گا۔ آپ کی چند تصانیف کے عناوین یوں ہیں: ۱۔ مصری مؤرخین: ایک تنقیدی مطالعہ، ۲۔ تذکرہ علماء بستی، ۳۔ امام احمد رضا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار کا مطالعہ، ۴۔ متنبی: ایک تحقیقی مطالعہ، ۵۔ دینی مدارس اور عہد حاضر کے تقاضے، ۶۔ قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ۷۔ عرفانِ تصوف، ۸۔ سفر نامۂ ایران، ۹۔ دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟، ۱۰۔ تاریخ مشائخ چشت، ۱۱۔ انوار خیال، ۱۲۔ ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل، ۱۳۔ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ وغیرہ جیسی تصانیف کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ پروفیسر غلام یحییٰ انجم کا تصنیفی و تحقیقی مسائل سے گہرا شغف ہے۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کے ارباب علم ان کے علمی نوادر سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ ان کی شخصی تشکیل میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور ان کے استاذ مکرم مرحوم پروفیسر مختار الدین احمد کا خصوصی کردار رہا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ پروفیسر صاحب کی فکری کارفرمائیاں جاری وساری رہیں۔

2 الرعد ۲۶:۱۳

انسان اگر تقسیم رزق کی اس حکمت سے واقف ہو جائے تو بہت سے دنیاوی مسائل میں وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے گا۔ غلام یحییٰ انجم نے تصنیف و تحقیق کے گوشۂ عافیت میں پڑے رہنے کو ترجیح دی اور ہندو پاک کے مصنّفین میں اپنی ایک علمی ساکھ بنائی۔ آپ کے مقالات اور تصانیف اہل علم کے درمیان متداول ہیں۔

۲۰۱۷ء میں آپ کی ایک تصنیف ''قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ'' کے عنوان سے منظر عام پر آئی۔ اس سے پہلے اسی موضوع پر متعدد کاوشیں آچکی ہیں۔ مثلاً: برصغیر میں مطالعہ قرآن (ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم)، اُردو تفاسیر (جمیل نقوی)، قرآن کریم کے اُردو تراجم (ڈاکٹر احمد خاں)، تاریخ ادب اُردو (جمیل جالبی)، اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ (ڈاکٹر محمد ایوب قادری)، قرآن کریم کے اُردو تراجم (ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین)، کتابیات قرآن (ابوسفیان اصلاحی)، قرآنی مضامین کا اشاریہ (ابوسفیان اصلاحی)، اور اکمل الدین احسان اوغلو کی

World bibliography of Translation of the Meaning of the Holy Quran

جس پر پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی نے ایک وقیع تبصرہ کیا، جس میں اس ببلیو گرافی کے امتیازات کو ابھارنے کی ایک مستحسن کوشش کی گئی ہے۔[3] ایسی تصانیف ہیں جو اس موضوع پر گراں قدر اہمیت کی حامل ہیں۔

کیا ہی مناسب ہوتا کہ اس کتاب میں گزشتہ خدمات کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا اور اس موضوع سے متعلقہ اپنے اضافوں سے قارئین کو باخبر کیا جاتا۔ اسی موضوع پر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تصنیف ''القرآن فی کل لسان'' معرکہ آرا علمی جستجو ہے۔ اس معیار کا تحقیق کارنامہ اب تک منظر عام پر نہیں آیا ہے۔ یہ ایک عالمی نوعیت کا کام ہے اگر مرتب کے پیش نظر یہ کاوش ہوتی تو اس ترتیب کا علمی وزن بڑھ جاتا۔ اس معیار کا تحقیقی کارنامہ اب تک منظر عام پر نہیں آیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی گوناگوں علمی خدمات بالخصوص فرانسیسی زبان میں آپ کا ترجمہ قرآن اور قرآنیات پر آپ کی دیگر فتوحات ناقابل فراموش ہیں۔[(4)]

پروفیسر غلام یحییٰ انجم صاحب نے اس باب میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ ہم نے اس کی ترتیب میں معروضیت کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اگر معروضیت اور عدم تعصبیت نہ ہو تو علمی کام دائرۂ شک میں آجاتا ہے۔ علم و فکر کی اساس دلائل پر ہو نہ کہ عقائد اور مذہب و مسلک پر۔ اس کتاب کی ورق گردانی کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پروفیسر غلام یحییٰ انجم نے استعراض و استقرا کو اپنا رفیق

---

3 وضاحت کے لیے دیکھیے: تراجم قرآن کی عالمی ببلوگرافی (ترتیب از اکمل الدین احسان اوغلو)، مبصر: ظفر الاسلام اصلاحی، علوم القرآن، علی گڑھ، جولائی-دسمبر ۱۹۸۷ء، ج ۲۰، شمارہ ۲، ص: ۱۴۰-۱۴۹

4 وضاحت کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی قرآنی خدمات، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، معارف اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲/۲، ۱/۳، جولائی ۲۰۰۳ء تا جون ۲۰۰۴ء، ص: ۱-۲۶

کار بنایا[5] اور اپنے باندھے ہوئے پیمانِ وفا کو پورا کر دکھایا۔ کہیں کہیں یہ معروضیت قدرے متاثر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن کے ساتھ تحقیقی انصاف کا ثبوت نہیں دیا گیا۔[6] اسی طرح سرسید اور مولانا حمید الدین فراہی کی تفاسیر کے ساتھ اعتدال اختیار نہیں کیا گیا۔ پھر بھی بالعموم ۶۰۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں پروفیسر صاحب نے مسلکیت سے اپنے قلم کو بچانے کی کوشش کی ہے جو ایک لائق ستائش اقدام ہے۔

اس کتاب کا دائرہ کار صرف ہندوستان تک محدود ہے۔ اگر کسی پاکستانی مصنف کی تقسیم ہند سے قبل قرآنیات کے تعلق سے خدمات رہی ہیں، تو اس کا بھی اس میں احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں قرآن حکیم کی جامعیت، آفاقیت وہمہ گیریت پر بھی گفتگو کی گئی ہے اور یہ صراحت کی گئی ہے کہ تمام دنیاوی علوم ومعارف اس میں موجود ہیں۔ مرتب کتاب نے استدلال میں مندرجہ آیت کریمہ نقل کی ہے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾[7]

ہم نے قرآن کریم میں کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے۔ پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جائیں گے۔

یہاں ''الکتاب'' سے بعض مفسرین کے یہاں ''لوح محفوظ'' مراد ہے جس کی نظم قرآن اجازت نہیں دیتا۔ مرتب کے نزدیک اس سے قرآن کریم مراد ہے جو مناسب ہے۔ مصنف گرامی کا خیال ہے کہ اس میں دنیا کے تمام علوم بالضبط ہیں۔[8] خیال رہے کہ قرآن کریم ہدایت نامہ ہے۔ ہدایت انسانی کے لیے جن جن مقتضیات کی احتیاج ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس میں کسی طرح کی کمی نہیں چھوڑی۔ ﴿صٓ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾[9] اور ﴿وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ﴾[10] کا مفہوم یہی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ یہ کہنا چاہتا ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے جن جن دلائل، نزاکتوں اور علامتوں کی ضرورت تھی، انھیں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ کتاب حکیم فطرتِ انسانی کی ترجمان اور اس کے دل کی آواز ہے، اللہ کا شہ رگ سے قریب ہونے کا

---

5 غلام یحییٰ انجم، قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۲۰۱۷ء)، ص: x

6 وضاحت کے لیے دیکھیے: ایضاً، ص: ۲۵۰-۲۵۲

7 الانعام ۶: ۳۸

8 وضاحت کے لیے دیکھیے: ایضاً، ص: ۸۶-۹۸

9 صٓ ۳۸: ۱

10 الحاقۃ ۶۹: ۴۸

مفہوم یہی ہے۔اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ جملہ علوم کا اس میں ذکر ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس میں علم کی قدر وقیمت بیان کی گئی ہے اور علوم وفنون کی کھوج کی تاکید کی گئی ہے۔اسی مفہوم کو سورۃ النحل میں :

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾[11]

ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے، اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لیے۔

کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ایک تو اس کی تفسیر یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اسے یوں بھی کھولا جاسکتا ہے کہ بیشتر مسائل کی ایک بنیادی ہدایت اس میں موجود ہے۔اور پیش آمدہ مسائل کے حل انھی احکام پر قیاس کرکے ڈھونڈے جاسکتے ہیں۔نیز دین اسلام میں اجتہاد واستنباط کی مکمل اجازت ہے اور یہ مستحسن عمل ہے۔قرآن کریم کائناتی ارتقا سے اغماض نہیں برتتا۔﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ کا مفہوم احسن البیان میں یہ بتایا گیا:

اور ہر چیز کا مطلب ہے ماضی اور مستقبل کی وہ خبریں جن کا علم ضروری اور مفید رہے۔اسی طرح حرام وحلال کی تفصیلات اور وہ باتیں جن کے دین ودنیا اور معاش ومعاد کے معاملات میں انسان محتاج ہیں۔قرآن وحدیث دونوں میں واضح کردی گئی ہیں۔[12]

پروفیسر غلام یحییٰ انجم صاحب نے قرآن کا لفظی مفہوم کیا ہے اس پر مناسب گفتگو کی ہے اور اوصاف قرآن پر بھی روشنی ڈالی ہے۔[13] قرآن کریم کے صفاتی ناموں سے قرآن کی عظمت وجلالت سامنے آتی ہے۔مشہور کتاب ''محاضرات قرآنی'' میں پروفیسر محمود غازی نے لفظ قرآن کی تحقیق میں عالمانہ انداز اختیار کیا ہے۔اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے،اس کی تلاوت متواتر ہوتی رہتی ہے۔[14]

پروفیسر غلام یحییٰ انجم نے اس کتاب میں تفسیر اور تاویل کو موضوع بحث بنایا ہے۔اس تناظر میں تفسیر کی لغوی تحقیق پیش کی گئی ہے۔اگر یہ لغوی تحقیق پیش نظر ہو تو تفسیر قرآن کا مفہوم مکمل طور سے واضح ہو جائے۔ابن منظور کی ''لسان العرب'' کے

---

11 النحل ۱۶:۸۹

12 صلاح الدین یوسف، حافظ، احسن البیان، (ریاض: دار السلام، س ن)، ص: ۶۶۴

13 ایضاً، ص: ۶۷-۷۶

14 وضاحت کے لیے دیکھیے: محاضرات قرآنی-ایک جائزہ، ابوسفیان اصلاحی، کتاب حکمت، پروفیسر ابوسفیان اصلاحی، (ترتیب پرویز عالم)، (تیوڑہ، مظفر نگر: سائنٹفک ریسرچ اکیڈمی، ۲۰۱۸ء)، ص: ۲۴۴-۲۸۰

حوالے سے پروفیسر صاحب نے یہ وضاحت کی کہ ''تفسیر'' کا لغوی مفہوم بے حجاب کرنا ہے۔[15] گویا الفاظ قرآن اور آیات کریمہ کی ایسی تشریح وتوضیح کی جائے کہ الفاظ وآیات بے حجاب ہو جائیں یعنی تمام تردد وتامل دور ہو جائیں اور کسی طریقے کا ابہام واشکال باقی نہ رہے۔ تمام شکوک وشبہات کافور ہو جائیں۔ پروفیسر صاحب نے ''البحر المحیط'' کا حوالہ دیتے ہوئے یہ صراحت کی کہ اگر سواری کا پالان اتار کر اس کی پشت ننگی کی جائے تو اسے تفسیر کہیں گے۔[16] یہی خیال ثعلب نحوی کا بھی ہے۔ گویا مفہوم یہ صادر ہوا کہ آیات کریمہ کی تبیین وتنقیح اس طرح کی جائے کہ آیات کریمہ کے تمام اطراف وابعاد کھل کر سامنے آجائیں۔ کسی طرح کا تذبذب باقی نہ رہے۔ اسی تفسیر کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کو حکم دیا گیا:

﴿فَٱصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡمُشۡرِكِينَ﴾[17]

پس تم دیئے گئے احکام کو کھول کھول کر بیان کردو اور مشرکین سے احتراز کرو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں تفسیر کا لغوی مفہوم پوری طرح موجود ہے۔ اللہ یہ حکم دیتا ہے کہ جو کچھ تمھیں دیا جارہا ہے اسے پھاڑ پھاڑ کر بیان کردو، اس تفسیر وتبیین میں کوئی ریب باقی نہ رہے، شرح وبسط ایسی ہو کہ ذہن میں کسی اضطراب وانتشار کا شائبہ باقی نہ رہے، بلکہ شرحِ صدر کی کیفیت ہو۔ ''صداع'' ایسے سر درد کو کہتے ہیں کہ جس سے سر پھٹ رہا ہو۔ صداع کو انگریزی میں "Headache" کہتے ہیں۔ اُردو میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ استاذ محترم نے آج پھاڑ پھاڑ کر بیان کر دیا۔ یعنی طلبا کی ذہنوں سے تمام خلجان اور وسوسوں کو خارج کر دیا یعنی اس کی تدریس ان کے لیے طمانیت بخش ثابت ہوئی۔ سورہ الانشراح میں اسی ذہنی سکون اور قلبی سلامتی کا ذکر ہوا ہے۔

یہ بات ناقابل تردید ہے کہ اس کتاب سے مختلف زبانوں میں موجودہ تراجم وتفاسیر سے متعلق معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ اسی طرح قادیانی مسلک کے پندرہ تراجم وتفاسیر اس میں موضوع بحث ہیں۔ محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ خاصا مشہور ہے۔ اس کا ترجمہ ''بیان القرآن'' کے عنوان سے اُردو میں منتقل کیا گیا ہے۔[18] یہاں یہ بات لائق ذکر ہے کہ پروفیسر عبدالرحیم قدوائی نے اس ترجمے کا دقت نظر سے جائزہ لیا ہے اور اس کے بہت سے مباحث پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے صراحت کی کہ یہ تحریفِ قرآن میں آتا ہے۔ قادیانی تراجم وتفاسیر کے علمی جائزہ کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ لسانی خامیوں سے مملو ہیں، کیوں کہ اپنے

15 ابن منظور، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، الطبعۃ الرابعۃ، ۲۰۰۵ء)، المجلد الحادی عشر، ص: ۱۸۰، ماہ ف س د

16 الاندلسی، ابوحیان، البحر المحیط، (بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۸۳ء)، المجلد الاول، ص: ۱۳

17 الحجر ۱۵: ۹۴

18 غلام یحییٰ انجم، قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۵۴۵

مسالک کی تائید میں زبان وبیان اور نظم قرآن کی تمام خامیوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور بنیادی عقائد کے پاس ولحاظ سے مکمل انحراف ہے۔ پروفیسر غلام یحییٰ انجم نے عربی تراجم وتفاسیر کے صفحات اور طباعت کا محض ذکر کیا ہے۔ کیا ہی مناسب ہوتا کہ ان کے مزاج اور بعض انحرافی مضامین کا ذکر کر دیا جاتا تو قارئین ان کے انحرافات سے واقف ہو جاتے۔ تمام قادیانی تراجم وتفاسیر تفسیر بالرائے کے زمرے میں آتے ہیں۔[19]

اس کتاب میں پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کے انگریزی ترجمۂ قرآن کا ذکر کیا ہے، لیکن اس تعلق سے ایک لفظ بھی یہاں تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ پروفیسر قدوائی صاحب نے یہ ترجمہ غیر مسلمین کے لیے کیا ہے۔ ان کے درمیان خاصا مقبول ہوا ہے۔ اس ترجمہ پر ڈاکٹر محمد حیات عامر حسینی نے ایک طویل مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس مضمون میں اس کے محاسن کو منظر عام پر لانے کی اچھی کوشش کی گئی ہے۔ کیا ہی مناسب ہوتا کہ محمد حیات عامر حسینی کے اس مضمون کا مطالعہ کر لیا جاتا۔[20]

ایک قابل صراحت مسئلہ یہ بھی ہے کہ پروفیسر قدوائی کے متعلق پروفیسر غلام یحییٰ انجم صاحب نے مزید فرمایا کہ ایک عرصہ تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی میں استاد تھے۔ اکیڈمک اسٹاف کالج سے بھی وابستگی رہی ہے۔ یہاں یہ تحریر کرنا انتہائی ضروری ہے کہ پروفیسر قدوائی اس وقت بھی شعبہ سے وابستہ ہیں۔ اکیڈمک کالج کی سیادت بھی آپ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کی مزید ذمہ داری یہ ہے کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی قرآنی مرکز کے بھی آپ سربراہ ہیں (۳۱/اکتوبر ۲۰۲۱ء کو پروفیسر قدوائی سبک دوش ہو چکے ہیں، لیکن پروفیسر خلیق نظامی قرآنی مرکز کے اعزازی سربراہ برقرار ہیں) اور آپ کی سربراہی میں ادارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ایک بہت فاش غلطی یہاں یہ کی گئی کہ پروفیسر قدوائی کے انگریزی ترجمہ قرآن کے متعلق تحریر کیا گیا ہے اسے پروفیسر اختر الواسع نے ترتیب دیا ہے جب کہ پروفیسر اختر الواسع نے "مستشرقین اور انگریزی تراجم قرآن" کا اُردو میں ترجمہ کیا اور اسے ترتیب دیا ہے اور یہی کتاب ۲۰۱۵ء، البلاغ پبلی کیشنز، دہلی سے شائع ہوئی نہ کہ یہ آپ کا انگریزی ترجمہ قرآن۔[21]

---

19 وضاحت کے لیے دیکھیے: پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کی تصنیف "مستشرقین اور انگریزی تراجم قرآن"، پروفیسر ابوسفیان اصلاحی، دانش راہ بیں (نذر پروفیسر عبدالرحیم قدوائی، (مرتب: محمد حارث بن منصور)، براؤن بک پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۷ء، ص: ۸۹-۱۲۰، قادیانی تراجم وتفاسیر کی فتنہ سامانیوں کے لیے دیکھیے: عبدالرحیم قدوائی کے قرآنی مطالعات، ڈاکٹر عبدالقادر چوغلے (مترجم ومرتب: ڈاکٹر ضیاءالدین فلاحی)، احسن سلسلہ مطالعات قرآنی، جنوبی افریقہ، ۲۰۱۹ء، براؤن بک پبلی کیشنز، نئی دہلی-۲۳، ص: ۱۲۰-۱۲۲

20 پروفیسر عبدالرحیم قدوائی: بحیثیت مترجم: ڈاکٹر حیات عامر حسینی، دانش راہ بیں، ص: ۱۳۹-۱۵۴

21 وضاحت کے لیے دیکھیے: پروفیسر عبدالرحیم کی تصنیف "مستشرقین اور انگریزی تراجم قرآن"، ص: ۸۹-۱۲۰

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہندی تراجم وتفاسیر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں بتانا یہ ہے کہ مولانا محمد فاروق خاں کے ہندی ترجمۂ قرآن کے متعلق اس کتاب میں یہ معلومات فراہم کی گئی کہ ۱۹۶۶ء میں اس کے کچھ حصے شائع ہو چکے ہیں۔[22] لیکن یہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ اب مکمل صورت میں یہ ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور اس کے کئی ایڈیشن آچکے ہیں۔ صرف چار سطور اس ترجمہ قرآن کے متعلق رقم کی گئی ہیں، جس پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا جائے گا، کیوں کہ یہ وہی ہندی کا ترجمہ ہے جس نے بہت سے دلوں میں وحدانیت کا پیغام رقم کیا۔ ان کے دلوں سے شرک وکفر کو نکال کر ایمان وایقان سے پُر کیا۔

محمد فاروق خاں پوری ملت اسلامیہ ہند کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ خاں صاحب ہندی اور سنسکرت کے بڑے عالم ہیں، ایک مدت سے ایک کمرے تک آپ کی زندگی محدود ہے۔ مطالعہ قرآنیات آپ کا شیوہ حیات ہے۔ مولانا مودودی، مولانا صدرالدین اصلاحی اور محمد فاروق خاں تین ایسے اساطین ہیں جنھوں نے جماعت اسلامی کو اپنی قرآنیات سے مضبوط کیا۔ آخرالذکر کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے کیوں کہ ہندی زبان میں ایسا کوئی سرل انواد نہیں تھا جو برادران وطن کی ذہنیت کو تبدیل کرتا۔ خاں صاحب کی اس کوشش نے بہت سے لوگوں میں قرآن کریم اور دین اسلام کے تعلق سے جو اضطرابات تھے اسے محو کرنے میں کلیدی رول ادا کیا، محمد فاروق خاں نے صرف ہندی ہی کا نہیں بلکہ عربی، اُردو اور انگریزی زبانوں میں موجودہ قرآنیات کا خاصا مطالعہ کیا ہے۔ اُردو میں قرآنیات کے حوالے سے کافی لکھا گیا ہے۔ مولانا فراہی اور مدرسۃ الاصلاح کے فضلا کی قرآنیات سے متعلق تحریر کا مطالعہ بھی ان کے قرآنی مزاج کا حصہ رہا ہے۔ بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ان کے قرآنی رجحان کی تاسیس میں مولانا فراہی کا اساسی کردار رہا ہے۔ جیسا کہ وہ رقم طراز ہیں:

> علامہ حمیدالدین فراہی نے فہم قرآن کے اصولوں اور شرائط میں سے تقریباً سبھی کے بارے میں اظہارِ خیال فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے۔ قرآنی مشکلات کو حل کرنے کی علامہ کی کوشش ایک ایسا کارنامہ ہے جس کا اعتراف ہر صاحبِ نظر اور انصاف پسند شخص کرے گا۔ علامہ فراہی نے لوگوں کو قرآن کی صحیح عظمت سے واقف کرانے کی جو سعی بلیغ کی ہے وہ تفاسیر قرآن کی تاریخ میں ایک منفرد اور عظیم کارنامہ ہے۔ لیکن علامہ کی کاوش کی قدر وقیمت کو صحیح معنی میں وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جو اعلیٰ ذہن رکھتا ہو اور ہر قسم کی عصبیتوں سے پاک ہو، جس کی نگاہ بلند اور جس کا قلب وسیع ہو۔ کم ظرف اور بے حوصلہ قسم کے لوگ علامہ کی عظمت کو سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہیں گے۔

---

22 غلام یحییٰ انجم، قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۵۷۲

علامہ فراہی کو خدا نے بہت سی خوبیوں اور اوصاف سے نوازا تھا۔ ہم یہاں اُن کی صرف اس خوبی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ حد درجہ حساس واقع ہوئے تھے۔ وہ لطیف اور پاکیزہ ذوق کے حامل تھے۔ ان کی حیثیت ایک ایسے حساس آلہ کی تھی جو فضا کی ہلکی سے ہلکی جنبش اور ہلکی سے ہلکی تھرتھراہٹ کو بھی ریکارڈ کر لیتا ہو۔ علامہ کے اس وصف خاص نے اُن پر قرآن کے بعض ایسے گوشے کھولے ہیں جو عام طور پر نگاہوں سے اوجھل ہی رہے ہیں۔ علامہ نے اپنے اس وصف کی بدولت بعض ان دینی حقائق کو سمجھنے میں کامیابی حاصل کی ہے جن کو سمجھنے میں بڑے سے بڑے علما ناکام دکھائی دیتے ہیں۔[23]

مولانا فاروق صاحب کے ہندی ترجمہ کی وجہ سے بہت سی ترسیلی خامیوں کا سد باب ہوا جن کے توسط سے قرآن کریم کی غلط تصویر برادرانِ وطن میں پھیلائی جارہی ہے۔ بالخصوص قادیانی عالم شیخ محمد یوسف ایڈیٹر رسالہ ''نور'' نے اپنے ہندی ترجمہ ''قرآن شریف کا ہندی انواد'' کے ذریعہ سکھوں اور ہندو بھائیوں کے اذہان کو مسموم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ شیخ محمد یوسف قادیانی صاحب نے اس ترجمہ کے ذریعے اللہ کے پیغام کو عباد اللہ تک نہیں پہنچایا، بلکہ اس سے اپنے مسلک کی تبلیغ وتشہیر کی ہے، جس کی وجہ سے قرآن حکیم کی حقیقی تصویر کی پیش کش میں ایک بڑی تقصیر ہے۔ مطالعہ قرآن اگر ازم و نظریہ کے ساتھ ہوگا تو اس کے فیوض و برکات سے انسان محروم رہے گا۔ مطالعہ قرآن خالی الذہن اور معروضیت کا طالب ہے۔ اس کے بعد اس کی تاثیر و تحریک انسان کو نظر آئے گی۔[24]

پروفیسر صاحب نے تفسیر اور تاویل کا مسئلہ بھی اٹھایا ہے۔ اس تعلق سے دو نقطۂ نظر ہیں۔ ایک تو یہ کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک رائے کے مطابق دونوں کے مابین ایک حد فاصل ہے۔ تاویل کا لغوی مفہوم لوٹانا ہے۔ تاویل الکلام کا مفہوم تشریح عبارت ہے۔ خواب کی تعبیر بیان کرنے کو بھی تاویل سے موسوم کیا جاتا ہے۔[25] مرتب نے اس ضمن میں سید شریف جرجانی کی رائے بھی نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری مفہوم سے قطع نظر اس کے متعدد مفاہیم میں سے کسی ایک مفہوم کو اختیار کرنے کا نام تاویل ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مولانا داؤد اکبر اصلاحیؒ نے تاویل آیات کے حوالے سے متعدد مضامین ''مولانا داؤد اکبر اصلاحیؒ کے قرآنی مقالات'' میں تحریر کیے ہیں جن کے مطالعہ سے تاویل کی تعریف کھل کر سامنے آجاتی ہے۔[26]

---

23 حساس نگاہی اور علامہ فراہی، مولانا محمد فاروق خاں، علامہ حمید الدین فراہی - حیات وافکار، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۳۵-۱۴۸

24 وضاحت کے لیے دیکھیے: قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۵۶۸-۵۷۴

25 وضاحت کے لیے دیکھیے: قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۱۱۶-۱۱۷

26 مولانا داؤد اکبر اصلاحی کے قرآنی مقالات، کو ان کے نواسے ڈاکٹر محمد عارف عمری نے جمع کیا ہے۔

تفسیر وتاویل میں فرق یہ ہے کہ کسی لفظ کے ایک معنی کی تشریح کا مفہوم تفسیر ہے اور کسی لفظ کے بے شمار معانی میں سے دلیل کی بنیاد پر ایک معنی کو ترجیح دینے کا نام تاویل ہے۔ (27) مولانا حمید الدین فراہیؒ کی "التکمیل فی اصول التاویل" اس موضوع پر گراں قدر نوعیت کی کتاب ہے۔ مولانا کے نزدیک تاویل وتفسیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (28)

اس کتاب میں اہم تفاسیر کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ تفاسیر کی ضخامت بھی بیان کی گئی ہے اور ضخامت ایسی کہ جسے پڑھ کر عقل دنگ رہ جائے، امام غزالی کی تفسیر "یاقوت التاویل" چالیس جلدوں میں ہے۔ تفسیر ابن نقیب جمال الدین ابو عبداللہ نناوے جلدوں پر مشتمل ہے۔ الادفوی کی تفسیر "الاستغناء فی علوم القرآن" ایک سو بیس جلدوں پر محیط ہے، جسے سیوطی نے دیکھا تھا۔ ابو بکر بن عبداللہ نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتدائی پچاس آیات کی تفسیر تحریر کی تو اس کی ایک سو چالیس جلدیں تیار ہو گئیں۔ امام ابوالحسن اشعری کی تفسیر کی چھ سو جلدیں ہیں۔ یہ تفسیر امام سیوطی کے زمانے تک مصر میں موجود تھی۔ تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمن بخاری ایک ہزار جلدوں پر مبسوط ہے۔ شیخ ابو بکر محمد کی "تفسیر الاستغناء" ایک ہزار جلدوں پر مبنی ہے۔ اسی طرح تفسیر القزوینی تین سو اور تفسیر حدائق بہجۃ کی پانچ سو جلدیں بتائی جاتی ہیں۔ قاضی ابو بکر ابن العربی کی "تفسیر انوار الفجر" کی ۸۰ جلدوں کی روایت ملتی ہے۔ شیخ ابو محمد عبدالوہاب کی تفسیر شیرازی ایک لاکھ اشعار پر مشتمل ہے۔ (29)

مذکورہ تفاسیر کی جلدوں کی تعداد صرف روایات کی بنیاد پر بیان کی گئی ہے۔ یہ ایک افسانوی انداز ہے، اس کا تحلیل وتفتیش سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان روایتوں سے اسلامی تاریخ داغ دار ہوتی ہے۔ تاریخ وتحقیق دلائل وشواہد کے بغیر لاطائل ہیں۔ مرتب کے لیے ضروری تھا کہ ان اساطیری اور طلسماتی جلدوں پر تحقیقی گفتگو کی جاتی۔ اگر محققین نے تاریخی تزکیہ کا فریضہ انجام نہ دیا تو تاریخ ہمیں اضحوکہ والعوبہ سے زیادہ درجہ نہ دے گی۔ امام احمد رضا قادری اپنی کتاب "الدولة المكية بالمادة الغيبية" میں رقم طراز ہیں کہ "ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفاہیم ہیں اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ اگر میں چاہوں تو ستر اونٹ قرآن کریم کی تفسیر سے بھر دوں تو ایسا کر دوں گا اور علامہ ابراہیم کی شرح بردہ کی ابتدا میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفاہیم ہیں اور جو مفاہیم باقی رہے وہ بہت زائد ہیں اور ان کے الفاظ اثر امیر المومنین میں یہ ہیں کہ اگر میں چاہوں تو تفسیر فاتحہ سے ستر اونٹ بھر دوں"۔ (30)

---

27 قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۱۱۶-۱۱۷۔

28 "التکمیل فی اصول التاویل" کی اہمیت جاننے کے لیے دیکھیے: تفسیر بالرای اور تفسیر ماثور کے بارے میں امام فراہی کا نقطہ نظر، مولانا نسیم ظہیر اصلاحی، علامہ حمید الدین فراہی: حیات وافکار، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء، ص: ۳۲۶-۳۴۶

29 وضاحت کے لیے دیکھیے: قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۱۳۳-۱۴۳

30 الدولة المكية بالمادة الغيبية، ص: ۲۸۱، بحوالہ قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۱۳۴-۱۳۵

مذکورہ سطور پر توقف کے ساتھ غور کیا جائے تو اس سے قرآن کریم کی عظمت، حجت اور قطعیت متاثر ہوتی ہے۔ اگر ایک آیت کریمہ کے ساٹھ ہزار مفاہیم ہیں تو یہ تذکرہ اور کتاب ہدایت نہیں بلکہ شاعری کی کتاب ہے۔ ایک طرح سے اللہ پر الزام ہے کہ وہ اپنی بات کو ایک مفہوم تک متعین نہ کرکے مختلف معانی و مطالب سے ملتزم کرتا ہے تو ایسی کتاب کو فصل الخطاب کیسے کہا جاسکتا ہے؟ قرآن کے اس تعارف سے قرآن کی شبیہ بگڑتی ہے۔ نظم قرآن کی رو سے آیت کا صرف ایک مفہوم ہوتا ہے۔ تفسیر وتاویل سے دو تین مفاہیم بھی منظر عام پر آجاتے ہیں، لیکن ایک آیت کریمہ کے ساٹھ ہزار مفاہیم بتاکر ہم دنیائے استشراق کی نظر میں ایک طرفہ تماشہ بن جاتے ہیں۔ کتاب الٰہی بازیچۂ اطفال نہیں بلکہ حکمتوں پر مبنی ہے۔

اسرائیلیات نے ہمیں ظلمتوں کے سپرد کردیا ہے۔ اس سے ہمیں بچنے کی شدید ضرورت ہے۔ ورنہ ہم قرآن کریم کی اس معنویت کہ ﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ (31)[بے شک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے] کو کھودیں گے۔ مذکورہ خیالات اور تہہ بہ تہہ جلدوں والی تفاسیر سے ''اقوم'' کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اقوم کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک ہی راستہ ''صراط مستقیم'' ہے اس کا پگڈنڈیوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ ایک آیت کا ایک ہی مفہوم ہے اس کا دفتر معانی سے کوئی علاقہ نہیں۔ ﴿أَقْوَمُ﴾ دراصل ﴿خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ کی ضد ہے۔

پروفیسر غلام یحییٰ انجم نے صوفیہ کی تفاسیر پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: ایک تو نظری صوفیہ کی تفاسیر اور دوسرے اشاراتی تفسیر۔ نظری صوفیہ کے ذہن میں جو خیالات پروان چڑھتے ہیں وہ انھیں قرآن کریم پر محمول کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ان کے علاوہ آیات کریمہ کے دیگر مفاہیم ممکن نہیں۔ صوفیہ کی اشاراتی تفاسیر مقدمات پر محمول نہیں ہوتیں بلکہ روحانی ریاضات و مجاہدات کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ عبادت کے دوران ایک صوفی پر جو خیالات منکشف ہوتے ہیں اور غیب سے جو معارف وحقائق ان پر القا ہوتے ہیں۔ ان کی روشنی میں وہ قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔(32)

مذکورہ خیالات سے مترشح ہے کہ صوفی کسی ماخذ یا اصول تفسیر سے بے نیاز ہوتا ہے۔ ان کے یہاں ذاتی خیالات، ذوقی رجحانات اور ریاضات و مجاہدات کا نام تفسیر ہے۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ ایک آیت کا ایک ہی مفہوم ہوتا ہے نہ کہ ظاہری اور باطنی۔ قرآن کریم نے اپنی آیات کے متعلق خود کہہ دیا ہے کہ ﴿الر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾(33)[الر۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں پھر حکیم، خبیر کی جانب سے صاف صاف بیان کی گئیں]

---

31 الاسراء ۱۷: ۹

32 وضاحت کے لیے دیکھیے: قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۱۴۶-۱۴۷

33 ہود ۱۱: ۱

اس میں دو لفظ احکام اور تفصیل آئے ہوئے ہیں جن سے یہی تاثر ابھرتا ہے کہ آیات کا بواطن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ''بواطن'' کا بکھیڑا صوفیہ کرام کا اُٹھایا ہوا ہے اور اس کا علم محض صاحبانِ طریقت کو حاصل ہے، تصوف کا ''علم لدنی''، تو علم نبوت پر تفوق کا حامل ہے لیکن قرآن کریم سب کے لیے یکساں ہے۔ محفلِ قرآن میں تفکر قرآن کی رو سے سب برابر ہیں۔ بواطن کی نفی قرآن کریم نے یوں کردی ہے: ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ کہہ کر تمام علامتی ریاضتوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ مولانا آزاد نے ترجمان القرآن کے مقدمہ میں متصوفانہ تفسیر کو تفسیر بالرای قرار دیا ہے۔[34]

سرسید احمد خاں کی تفسیر ابتدا سے سورۃ النمل تک ہے۔ سرسید قانون فطرت کی آنکھ سے دیکھتے تھے جس کی وجہ سے معجزات زد میں آئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا وجود تشکیک کی نذر ہوا۔ جنت و جہنم کو علامتی رنگ دیا گیا۔ آیت کریمہ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا﴾[35] کا مفہوم ان کے دستِ فراست میں نہ آسکا۔ مولانا فراہی نے سرسید کے اس مفہوم سے کلیاً عدم اتفاقیت کا ثبوت دیا۔ تفسیر سرسید کے ان نقائص کی تردید عین اسلام ہے۔ لیکن یہ بات بھی خوش آئند ہے کہ سرسید کی تفسیر خالصتاً تدبر قرآن پر محمول ہے۔ انھوں نے متقدمین کی تفاسیر کا مطالعہ کیا لیکن ان کے خیالات میں خود کو محصور کرنا انھیں ہرگز گوارا نہ تھا، بلکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ترجمۂ قرآن 'فتح الرحمن' کے بعد تفسیر احمد یہ ہے جس نے جمود کو توڑا۔ تفکر قرآن کی قدر و قیمت کو ابھارا اور تفاسیر سے تفسیر بنانے کے طرز کو ترک کیا۔

سرسید نے جہاں بہت سی احادیث کو لائق اعتنا تصور نہیں کیا وہیں احادیث سے استفادے کے اصول بھی بتائے۔ ہماری تفاسیر موضوع روایات سے مملو ہیں۔ ان کے متعلق فکر مند ہونا یا ان کا تحلیلی جائزہ لینا ختم ہو گیا تھا۔ سرسید نے احادیث کے نصوص پر توجہ دینا سکھایا۔ سرسید کی تفسیر نے ذہن جدید کو تشکیک سے تحفظ فراہم کیا۔ تفسیر سرسید کا تحلیلی مطالعہ کیا جائے۔ اس کے نقائص کے ساتھ اس کے محاسن کا بھی تذکرہ نہ کیا جائے تو ناانصافی ہے۔ اس کتاب میں تفسیر سرسید کے متعلق تمام تاثرات مبنی برحق ہیں لیکن محاسن سے اغماض برتا گیا ہے۔[36]

اس کتاب میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی تفسیر ''تدبر قرآن'' پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں یہ صراحت ضروری ہے کہ یہ تفسیر پاکستان میں ترتیب دی گئی۔ مرتب نے یہ تحریر کیا کہ اس میں متحدہ ہندوستان کی تفاسیر یا تقسیم ہند کی بعد صرف ہندوستانی مفسرین کی تفاسیر شامل ہیں۔ نہ جانے کس بنیاد پر یہ تفسیر شامل کتاب ہے۔ مرتب کتاب نے ''قرآن مجید کی تفسیریں'' کے

---

34 ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، (نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۱۰ء)، جلد اول، ص: ۴۵

35 الاحزاب ۳۳: ۶۲

36 وضاحت کے لیے دیکھیے: قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۱۵۹--۱۶۰

حوالے سے بتایا کہ تدبر قرآن میں تفسیری روایات سے قطع نظر مولانا نے اپنے مجتہدانہ ذوق کی بنیاد پر اس تفسیر کو ترتیب دیا ہے۔[37]

'تدبر قرآن' کا مطالعہ کرنے والا یہ تو کہہ سکتا ہے کہ تفسیر آیات کے سلسلے میں مولانا نے اپنی تفسیری بصیرت سے کام لیا ہے جسے تدبر قرآن بھی کہا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے بار بار تفکر و تدبر کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ لیکن یہ قطعی طور پر حقیقت کے برعکس ہے کہ مولانا نے تفسیری روایات سے بے اعتنائی برتی ہے۔ جناب محمد نعمان علی نے اشاریہ تفسیر تدبر قرآن میں یہ دکھایا ہے کہ تدبر قرآن میں جابجا احادیث سے استنباط کیا گیا ہے۔ حافظ محمد صلاح الدین اپنی کتاب میں اسی موضوع کو لے کر طنز و تعریض کے تمام حدود پار کر گئے ہیں اور مولانا کو منکرین حدیث کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔[38]

مولانا غلام رسول سعیدی نے یہ بات مناسب کہی ہے کہ فہم قرآن کے لیے تدبر قرآن میں جاہلی ادب کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ تدبر قرآن میں احادیث، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور متقدمین کی تفسیروں کا بالکل ذکر نہیں کرتے۔ یہ تمام خیالات بے بنیاد ہیں۔ تدبر قرآن کے مقدمہ میں مولانا نے حدیث کو دوسرا ماخذ تسلیم کیا ہے۔[39] ہاں یہ بات سچ ہے کہ مولانا اصلاحی تفاسیر کو بنیاد نہیں بناتے، کیوں کہ یہ منہج تدبر قرآن کے برعکس ہے۔ تفاسیر کے مطالعہ میں مولانا نے عرق ریزی کی ہے۔ ان کے مدلل آرا سے استفادہ بھی کیا ہے۔ ان کے آرا کو تدبر قرآن میں جگہ بھی دی گئی ہے، لیکن یہ تقلید اعمی سے ہٹ کر ہے۔ یہ اعتراف بھی ضروری ہے کہ تدبر قرآن میں مولانا سے غلطیاں بھی ہوئی ہیں جس کی طرف مولانا جلیل احسن ندوی نے 'تدبر قرآن پر ایک نظر'' میں اشارہ کیا ہے۔[40] پروفیسر الطاف اعظمی نے بھی ''میزان القرآن'' میں مولانا کے بہت سے تسامحات کو طشت از بام کیا ہے۔

پروفیسر صاحب نے ترجمان القرآن کا اچھا مطالعہ کیا ہے۔ اس کے محاسن کے ساتھ اس کے بہت سے تفردات پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ مثلاً ہندوستانی تہذیب کی رعایت میں انھوں نے یہ تک کہہ دیا کہ تمام ادیان سچے ہیں۔[41] اسی طرح انھوں نے مشہور فلسفی ارنسٹ ہیکل کا اس درجہ تتبع کیا کہ قرآن کا عمومی بیان ایک خاص عصری تعبیر کی حدود میں مقید ہوتا ہوا نظر

---

37 قرآن مجید کی تفسیریں، ص: ۳۷۷، بحوالہ قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم و تفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۱۸۸

38 وضاحت کے لیے دیکھیے: صلاح الدین یوسف، حافظ، مولانا امین احسن اصلاحی: اپنی حدیثی و تفسیری نظریات کی روشنی میں، (کراچی: المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر، ۲۰۱۸ء)، ص: ۴۰-۴۷

39 اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، (دہلی: تاج کمپنی، ۱۹۹۷ء)، ج ۱، ص: ۳۰

40 جلیل احسن ندوی، مولانا، تدبر قرآن پر ایک نظر، ترتیب و تعلیق: مولانا نعیم الدین اصلاحی، (بلریاگنج، اعظم گڑھ: ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح، ۲۰۰۶ء)

41 آزاد، ترجمان القرآن، ۱/۲۱۳

آتا ہے۔[42] ذوالقرنین کے حوالے سے مولانا آزاد کی تحقیق فکر انگیز ہے۔ ذوالقرنین کے باب میں سلف کا خیال ہے کہ وہ نبی تھے۔ اس کا انتساب حافظ ابن کثیر سے جوڑا گیا ہے۔ مولانا یوسف بنوری نے اس کی تردید کی ہے اور بتایا کہ ذوالقرنین عادل بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ مولانا آزاد کا ایک تفرد یہ ہے کہ ایمان بالرسل ضروری نہیں ہے بلکہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت ہی کافی ہے۔[43] اسی طرح مولانا کے نزدیک اصحاب کہف کا دوسرا نام اصحاب الرقیم بھی ہے۔ مولانا کے نزدیک رقیم ایک شہر کا نام ہے۔[44] ترجمان القرآن کے تعارف میں معتدل اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ جو مرتب کے ذہنی اعتدال کا عکاس ہے۔

اس کتاب میں مولانا سید سلیمان ندوی کی تفسیر 'تفسیر القرآن بالقرآن' کا ذکر کیا گیا ہے۔ بالعموم اہل علم مولانا کی اس تفسیر سے ناواقف ہیں۔ صاحب کتاب نے سید صاحب کا سوانحی خاکہ ایک صفحہ میں پیش کیا ہے لیکن اس تفسیر کے متعلق صرف دو سطر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر بالاقساط ماہنامہ ''البعث الاسلامی' میں شائع ہوتی رہی ہے۔ ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾[45] کی تفسیر کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔[46] ضرورت تھی کہ اس کا تعارف تفصیل سے پیش کیا جاتا۔

مرتب نے ''تفسیر ماجدی'' کا بھی تعارف پیش کیا ہے۔ انھوں نے مندرجہ آیات کریمہ کا ترجمہ نقل کیا ہے:

۱۔ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ﴾[47]

محمد تو بس ایک رسول ہیں۔

۲۔ ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾[48]

ہم نے آپ کو صرف شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

---

42 آزاد، ترجمان القرآن، ۲/۵۴۰

43 قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۱۹۵

44 ایضاً

45 البقرۃ ۲:۴۵

46 البعث الاسلامی، ندوۃ العلما لکھنؤ، یوپی، ستمبر ۲۰۱۳ء، ص: ۹۳، بحوالہ قرآن کریم تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۲۲۳

47 آل عمران ۳: ۱۴۴

48 الفتح ۴۸: ۸

۳- ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾[49]

آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تمھارے جیسا بشر ہوں میرے پاس تو بس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

مذکورہ آیات کریمہ کی روشنی میں صاحب کتاب کا خیال ہے کہ ''مولوی دریابادی کہ ترجمے میں بھی نبی پاک علیہ الصلوٰۃ کی تعظیم وتوقیر کا التزام کم ہے۔ اسی کا اظہار انھوں نے اپنے پیش روؤں کی طرح ترجمہ قرآن میں کیا ہے''۔[50] جو ناقص العلم کو مذکورہ تراجم میں کسی طرح کی بے توقیری نظر نہیں آتی۔ صاحب کتاب نے دلیل دینے سے انحراف کیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ایک مومن کے نزدیک آپ ﷺ تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ومرغوب ہیں لیکن اللہ نہیں ہیں۔ عبداللہ ہیں۔ مخلوق ہیں، بشر ہوتے ہوئے رسول ہیں اور فطرت انسانی کے مطابق آپ ﷺ کی زندگی تمام ہوئی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری پر مرتب نے اپنے خیالات قلم بند کیے ہیں۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت متصوفانہ طرز تفسیر ہے۔ اس میں حضرت مجدد الف ثانی کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ تفسیر مجددی فکر کی ایک نمائندہ تفسیر ہے۔ مفسر نے سورہ جمعہ کی آیت کریمہ ﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾[51] [اور دوسروں کے لیے بھی انھی میں سے جواب تک ان سے نہیں] ۔اور سورہ الضحیٰ کی آیت کریمہ ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ کے ضمن میں حضرت مجدد الف ثانی کے مقام ومرتبہ کی توصیف کی ہے۔ آیت میں ''آخرین'' نکرہ آیا ہوا ہے اس لیے اس کے ساتھ کسی کو مخصوص کرنا مناسب نہیں ہے۔ رہی دوسری آیت سورۃ الضحیٰ کی تو اس کا تعلق صرف اللہ کے رسول ﷺ سے ہے۔ سورۃ الضحیٰ کا پورا اطلاق نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے ہے۔ اس سے مجدد الف ثانی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آیات کریمہ کی بطونی یا متصوفانہ تفسیر کرنا تفسیر بالرائے کے مترادف ہے۔[52]

اس کتاب میں ''تفہیم القرآن'' کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اس تعلق سے مولانا مودودی کو جدت پسند مفسر قرار دیا گیا ہے۔ اور وہ قرآن وسنت کو اپنی جدت پسندی کے بل پر سمجھنا چاہتے ہیں خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے۔ قرآن وسنت اگر ان کی عقل وفہم کے مطابق ہے تو اسے قبول کرتے ہیں ورنہ اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ یہ الزام دلائل کی روشنی میں قابل قبول نہیں ہے۔ مرتب نے یہ خیال بھی صادر کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی آپ کی تنقیدات سے بچ نہیں سکے ہیں۔ خلافت وملوکیت

---

49 الکہف ۱۸: ۱۱۰

50 قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۲۳۳

51 الجمعہ ۶۲: ۳

52 وضاحت کے لیے دیکھیے: آزاد، مولانا ابوالکلام، ترجمان القرآن، (نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، پہلی بار، ۱۹۶۴ء)، ۱/ ۴۵-۴۷

میں تاریخ کے حوالے سے صحابہ کرامؓ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ بھی شواہد کی روشنی میں کمزور ہے۔ مولانا مودودی پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا گیا کہ دین وسنت کے قدیم ذخائر کو تفہیم دین کے لیے ضروری تصور نہیں کرتے۔[53] مرتب نے ''تفہیمات'' سے حوالہ دیا ہے:

''قرآن وسنت کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر قرآن وحدیث کے پُرانے ذخیرے سے نہیں''۔[54]

یہ بات لائق تنقید نہیں، کیوں کہ وہ تمام لٹریچر جو قرآن وحدیث کی تشریحات میں تیار کیے گئے ہیں ان سے اتفاق کرنا ضروری نہیں ہے۔ ابن خلدون، مسکویہ، ابن رشد، امام رازی، امام طبری، شاہ ولی اللہ، سرسید، مولانا فراہی، احمد رضا خاں، مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا وحیدالدین خاں اور جاوید احمد غامدی ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔ لیکن ان کے خیالات سے مکمل ہم آہنگی ممکن نہیں۔ قرآن وسنت کے علاوہ تمام کاوشیں لائق غور ہیں۔ مولانا مودودی کا یہ خیال بھی درست ہے کہ کسی حدیث کو سند کی بنیاد پر لائق اعتبار نہیں گردانا جاسکتا بلکہ متنِ حدیث کا دیکھنا ضروری ہے کہ کہیں قرآن کریم سے تعارض تو نہیں ہے۔ یہاں تفہیم القرآن کے اس پہلو پر ستائش کی گئی ہے۔ اس میں میادین جنگ اور مختلف مقامات کے نقشے دیئے گئے ہیں جس سے تفہیم وتفسیر میں سہولت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اُردو میں سب سے پہلے شخص سرسید احمد خاں ہیں جنھوں نے خطبات احمدیہ میں میادین جنگ کے نقشے دیئے ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد حمیداللہؒ نے اس پہلو کو اپنی تصانیف میں ابھارا ہے۔ بہر کیف مولانا مودودیؒ سے اختلاف کی گنجائش ہے لیکن یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اسلام کو معاصر اسلوب میں پیش کرنے کا جو کارنامہ مودودی نے انجام دیا ہے وہ فقید المثال ہے۔ نئی نسل کی اسلامی تربیت کرنے میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انھوں نے تقلیدی روایت پر ضرب کاری لگائی ہے۔ مولانا مودودی اور مولانا وحیدالدین خاں نے اردو زبان وادب کی اسلوبیاتی آرائش میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان تمام آثار واقدار کے باوجود مندرجہ کلمات موزوں نہیں ہیں:

''سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن چھ جلدوں پر محیط ہے۔ اس تفسیر میں بعض مقامات پر مقام نبوت کا ادب واحترام نہیں کیا گیا ہے۔ اور ایک امتی کو اپنے نبی سے جو عقیدت ومحبت ہوتی ہے اس کا مصنف اس سے محروم ہے۔ یہ وہابی عقائد کی ترجمان ہے''۔[55]

مولانا غلام رسول سعیدی کے یہ کلمات امت مسلمہ میں دراڑ ڈالنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔ وہابیت کا شوشہ بے بنیاد

---

53 وضاحت کے لیے دیکھیے: قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۲۵۰-۲۵۲

54 مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ، تفہیمات، ص: ۱۱۴

55 سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ۱/۱۳۳، بحوالہ قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۲۵۱-۲۵۲

ہے، بلکہ یہ مستشرقین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے تاکہ ''بنیان مرصوص'' میں نقب لگائی جائے۔ اس وقت ملت اسلامیہ کو اتحاد کی ضرورت ہے اور ایک ایسی زبان اور ایک ایسے لٹریچر کی احتیاج ہے جو ہماری فرقہ بندیوں کے لیے ناسور ہو۔

پروفیسر غلام یحییٰ انجم صاحب نے چودھری غلام احمد پرویز کی تفسیر ''معارف القرآن'' کا تعارف علمی انداز میں کرایا ہے۔ اس مختصر تعارف سے چودھری صاحب کی ذہنیت اور فکری کجروی کا اندازہ ہوتا ہے۔ معارف القرآن نہ صرف تفسیر بالرای ہے بلکہ تدبر قرآن کے خلاف ایک محاذ آرائی اور جنگ ہے۔ مضامین قرآن پیش کرنے کا اپنا ایک ذاتی نہج ہے جو سراسر دین اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی ہے۔ چودھری صاحب کی ان فکری تقصیرات کا جواب مولانا اختر احسن اصلاحی نے مجلہ 'الاصلاح'' میں مدلل اسلوب میں دیا ہے۔(56) پروفیسر صاحب کا یہ خیال درست ہے کہ یہ ترجمہ دراصل ترجمانی سے بڑھ کر ایک نئی چیز اور قرآن کریم کے خلاف نئی جسارت ہے۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں ''طائر'' آیا ہوا ہے۔ اس سے انھوں نے کبوتر مراد لیا ہے جو جنگی مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔(57) اور ''ہدہد'' سے انسان مراد ہے۔(58) اس زمانے میں پرندوں کے نام انسانوں کے نام پر رکھے جاتے تھے۔ اسی طرح ''نمل'' سے ان کے نزدیک قبیلے کا نام ہے۔(59) چودھری غلام احمد پرویز نے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے واقعہ سے صریح انکار کیا ہے۔(60) لفظ آدم کی مندرجہ کلمات میں تصریح کی ہے:

> ''آدم ''آدمہ'' سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مل جل کر رہنا۔ قرآن میں جو آدم سے متعلق قصہ بیان ہوا ہے وہ کسی فرد یا کسی جوڑے کی داستان نہیں وہ خود آدمی کی سرگزشت ہے جسے تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے''۔(61)

اس طرح کے تصورات انتہائی خطرناک ہیں، لیکن یہاں یہ صراحت ناگزیر ہے کہ اس طرح کے اعتراضات پر شور وشغف کے بجائے متانت اور علمی استناد کا راستہ اختیار کیا جائے۔ اور کتابِ مبین تک خود کو محدود رکھا جائے۔ صاحب متن کو ہدف ملامت بنانے سے گریز کیا جائے۔ غلام احمد پرویز کی شخصیت کو مجروح کرنے کا قصد کرنا غیر دانشورانہ نہج ہے، جیسا کہ سرسید نے ولیم میور کے خیالات کی تردید کی لیکن اپنے خطوط میں انھیں احترام واکرام سے یاد کیا۔ سرسید نے کہا کہ کتاب کا جواب کتاب ہو، صاحب کتاب پر تیشہ زنی ایک غیر مہذب عمل ہے۔

---

56 اشتیاق احمد ظلی (مرتب)، قرآنی مقالات، (علی گڑھ: ادارہ علوم القرآن، طبع ثانی ۲۰۱۲ء)، ص: ۲۲۱-۲۴۶

57 پرویز، چودھری غلام احمد، مفہوم القرآن، (لاہور: ادارہ طلوع اسلام، س ن)، ۱/۱۳۰

58 پرویز، مفہوم القرآن، ۸۶۵/۲

59 مفہوم القرآن، ۸۶۴/۲

60 مفہوم القرآن، ۱۳/۱

61 تبویب القرآن، جلد اول، ص: ۲۴، بحوالہ قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۲۹۰

پروفیسر غلام یحییٰ انجم نے اس کتاب میں مولانا فراہی کا کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔اور آپ کی تدریسی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے علی گڑھ، الٰہ آباد، اور حیدرآباد کا ذکر کیا ہے لیکن کراچی کا نام آنے سے رہ گیا ہے۔ سندھ کالج کراچی میں بھی آپ نے تدریسی فریضہ انجام دیا ہے۔اسی اثنا میں آپ نے سورہ اخلاص کی تفسیر اُردو زبان میں تحریر کی۔ یہ صراحت بھی نامناسب نہ ہو گی کہ ان دنوں سندھ کالج کے بیش تر اساتذہ کرام علیگ ہوا کرتے تھے۔ اس کی تفصیل ''ذکر فراہی'' میں موجود ہے۔ مولانا فراہی سے متعلق یہ تحقیق الزرکلی کی ''الاعلام'' سے ماخوذ ہے۔ جب کہ مولانا پر کافی مواد اُردو، عربی اور انگریزی میں آچکا ہے۔ ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی کے عربی مجلہ ''مجلۃ الہند'' کی پانچ جلدوں میں مولانا فراہی کی شخصیت اور علمی وادبی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں پر مولانا کی نامکمل فہرست تصانیف بھی پیش کی گئی ہے۔ مآخذ میں کتابیات فراہی کا ذکر ہے۔ اگر اسے دیکھا جاتا تو مکمل فہرست سے قارئین استفادہ کرتے۔ حیرت اس بات کی ہے کہ ''الاعلام'' کی غلط فہمی کا اعادہ یہاں بھی کیا گیا کہ مولانا مدرسۃ الاصلاح کے بانی ہیں۔ (62)

''ذکر فراہی'' میں ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی اور مولانا عبدالرحمن پرواز اصلاحی نے اپنے مقالہ میں یہ صراحت کردی ہے کہ مدرسۃ الاصلاح کے بانی مولانا محمد شفیع ہیں جو اقبال سہیل کے استاذ تھے اور پروفیسر خلیل الرحمن اعظمی مرحوم کے والد محترم۔ ایک صراحت مزید ناگزیر ہے کہ مولانا فراہی کے تفسیری اجزاء ''نظام القرآن'' میں شامل ہیں۔ اس مجموعہ سے قبل یہ علاحدہ علاحدہ شائع ہوئے۔ لیکن مرتب کتاب نے نظام القرآن کے ساتھ چند اجزا کا بھی مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے ترتیب میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس طرح کی مزید تکرارات بھی اس میں موجود ہیں۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ''ہندوستانی مفسرین اور ان کی تفسیریں'' کے حوالے سے مولانا فراہی کی معرکہ آرا کتاب ''مفردات القرآن'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں اس کا ذکر بے جوڑ سا لگتا ہے کیوں کہ اس کا تفاسیر وتراجم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (63) اس میں قرآنی الفاظ کی تحقیق و تشریح کی گئی ہے۔ مفردات کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی تنہا کتاب ہے۔ اس کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ نظم قرآن کی روشنی میں قرآنی کلمات کی معانی طے کیے گئے ہیں۔ استاذ محترم مولانا محمد اجمل ایوب اصلاحی نے اسے ایڈٹ کرکے مزید لائق استفادہ بنادیا ہے۔ تحقیق الفاظ کے باب میں مزید شواہد پیش کردیئے ہیں۔ تحقیق شدہ نسخے میں مزید الفاظ مولانا فراہی کی دیگر تصانیف سے شامل کیے گئے ہیں۔ ''ہندوستانی مفسرین اور ان کی تفسیریں'' کے حوالے سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۷۷ ایسے قرآنی الفاظ کا مولانا فراہی نے انتخاب کیا ہے۔ جن کی توضیحات ان کے نزدیک ٹھیک نہیں

62 الاعلام، ۲۲۹/۸، بحوالہ قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر کا اجمالی جائزہ، ص: ۳۱۹

63 ایضاً، ص: ۳۵۸-۳۵۹

ہے۔[64] پروفیسر سالم قدوائی کا یہ خیال درست نہیں ہے، ایسی کوئی بات مفردات القرآن میں نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ بعض الفاظ مثلاً الآلاء، امت اور الشوی وغیرہ میں انھیں ضرور استثنائیت حاصل ہے۔ یہ کتاب دنیائے قرآنیات میں ایک بلند مرتبے کی حامل ہے۔ لیکن اس کا تراجم وتفاسیر سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

مرتب کتاب نے سرسید کے ترجمہ قرآن پر روشنی ڈالنے کے لیے علاحدہ عنوان قائم کیا ہے۔ لیکن ترجمہ قرآن پر کچھ کہنے کے برعکس یہاں ان تمام مباحث کا اعادہ کیا ہے جو انھوں نے ان کی تفسیر کے متعلق باتیں کہی ہیں۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ مرتب نے تفاسیر وتراجم کے خصائص ونقائص کی تقدیم میں تمام تر انحصار دوسروں کے آرا پر کیا ہے۔ زیادہ تر مآخذ ومصادر پر اعتماد کرتے ہوئے خیالات پیش کیے گئے ہیں۔ مرتب کے خود اپنے ذاتی تصورات بہت ہی کم ہیں۔ مرتب نے اسی ضمن میں مولوی عبدالحق حقانی کے تاثرات پیش کیے ہیں جو منفیات پر مبنی ہیں۔ یہ بات صریحاً غلط ہے کہ سرسید کا ترجمۂ قرآن شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن کا قدرے تبدیلی کے ساتھ تتبع ہے۔[65] اور یہ بات بھی دلیل سے ہٹ کر ہے کہ تفسیر سرسید دراصل تحریف قرآنی ہے۔ غالباً یہاں تفسیر بالرای اور تحریف میں فرق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔ حقانی صاحب کا تفسیر سرسید پر اظہار خیال یک طرفہ اور خالصتاً تاثراتی ہے ان کے اظہاریئے کے مطابق تفسیر سرسید محض مجموعۂ اغلاط ہے۔ خاکسار کا خیال ہے کہ تفسیر سرسید میں فاش غلطیاں ہیں لیکن اس کے محاسن بھی کم نہیں ہیں۔

اس کتاب میں مولانا سید علی نقی نقوی کے ترجمہ قرآن مع حواشی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ بتایا گیا کہ یہ سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ سات جلدیں دراصل ان کی تفسیر بعنوان ''فصل الخطاب'' کی ہیں جس میں ترجمہ قرآن بھی شامل ہے۔ یہ تفسیر مکمل صورت میں کراچی سے شائع ہو چکی۔ اس کی طباعت کی تمام ذمہ داریاں سید مرحوم اکبر علی رضوی نے ادا کیں۔ راقم نے اس پر ایک مقالہ بھی تحریر کیا ہے۔[66] مرتب کتاب نے ''راہِ اسلام قرآنی علوم ومعارف نمبر نئی دہلی، ص ۲۰۳'' کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ ''ایک روایت کے مطابق یہ تفسیر مکمل ہو چکی ہے اور اس کی تین جلدیں سری نگر کشمیر سے شائع ہو چکی ہیں اور باقی طباعت کے مراحل میں ہیں''۔[67] اس تفسیر کے متعلق اس لاعلمی کا اظہار لائق تاسف ہے۔ اس تفسیر کی سات جلدیں

---

64 ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ص: ۳۰۳

65 مولوی عبدالحق حقانی، تفسیر فتح المنان، ۱/۱۵۲

66 مقدمہ تفسیر فصل الخطاب تنقیدی تجزیہ، ابوسفیان اصلاحی، مشمولہ کتاب تدبر، پبلی کیشن ڈویژن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۱۶ء، ص: ۱۶۳-۲۱۲

67 ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ص: ۴۹۴

شعبہ دینیات، اے ایم یو، علی گڑھ میں موجود ہیں۔

پروفیسر غلام یحییٰ انجم کی یہ کاوش اہل علم خصوصاً ارباب قرآنیات کے لیے لائق توجہ ہوگی۔ آئندہ اشاعت میں اس کا ضرور اہتمام کیا جائے کہ حوالے اندر سے نکال کر معاصر انداز میں دیئے جائیں۔ اس سے کتاب کی افادیت بڑھ جائے گی۔ ایک درخواست یہ ہے کہ اہل علم کے آرا کو قطعیت کا درجہ نہ دیا جائے بلکہ تفاسیر وتراجم کو براہ راست دیکھ کر اپنی آرا پیش کی جائیں۔ یہاں براہ راست تبصرہ کے بجائے دوسروں کے تبصروں پر انحصار کیا گیا ہے۔ مختلف حیثیتوں سے اس میں تکرار ہے۔ مثلاً ایک ہی تفسیر کا دو دو بار ذکر ہوا۔ اقتباسات میں توارد بار بار نظر آیا، اگر ان اعادات کو منہا کر دیا جائے تو اس کی ضخامت میں تخفیف ہو سکتی ہے نیز افادیت میں اضافہ۔ پروفیسر غلام یحییٰ انجم کے علمی مجہودات اہل علم کے مابین متداول ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کی لائق تحسین یہ قرآنی کاوش بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے ملاحظہ کی جائے گی۔ ہمیں توقع ہے کہ اشاعت ثانی میں اسے مزید بہتر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ اس میں بہت سے تراجم وتفاسیر شامل نہیں ہیں۔ اس حیثیت سے اس پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر مجلات کے اشاریے پیش نظر ہوتے تو اس میں مفید اضافے کیے جا سکتے تھے۔ بہر کیف پروفیسر غلام یحییٰ انجم کا یہ کام قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ضرور معاون ثابت ہوگا[68]۔

OOOOO

68 پروفیسر غلام یحییٰ انجم کی اس کتاب کے تجزیاتی مطالعے کے لیے دیکھیے: قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم وتفاسیر (پروفیسر غلام یحییٰ انجم کی نگارشات کا جائزہ)، پروفیسر عبدالرحیم قدوائی، مجلہ: سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، ذی قعدہ- محرم الحرام ۱۴۴۱ھ / جولائی- ستمبر ۲۰۲۰ء